مطبوعات

قرآنِ حکیم اور ہماری زندگی جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن ۔ ناشر: صدیقی ٹرسٹ، نسیم پلازا، نشتر روڈ، کراچی ۔ قیمت: ۳۰/- روپے۔

کتاب کی قدر و قیمت متعین کرنے میں صاحبِ کتاب کی شخصیت اور خدمات بھی اہم ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے تحقیقی و تصنیفی دائرے میں متعدد حاصلِ محنت پیش کیے ہیں۔ جو اُن کے تبحرِ علمی کے ساتھ شریعت اسلامی سے اُن کی محبت اور قانون کے معاملات میں ان کی مہارت کے آئینہ دار ہیں۔ یہ قیمتی شخصیت خوش قسمتی سے اسلامی نظریاتی کونسل کی سربراہی کے مقام تک پہنچی، مگر اس پابندِ ایمان و ضمیر آدمی کا کام شاید بیوروکریسی کو پسند نہیں آیا۔ ڈاکٹر صاحب کے زیرِ اہتمام ہونے والے کام کو پبلک کے سامنے لائے بغیر یکایک انہیں چلتا کر دیا۔

یہ کتاب ڈاکٹر صاحب کی ان ۴۶ تقاریر کا مجموعہ (حصہ اوّل) ہے جو متذکرہ عنوان سے ریڈیو پاکستان لاہور سے ۱۹۶۵ء تا ۱۹۸۰ء کے دور میں نشر ہوتی رہیں۔ اور عوام میں مقبول ہوئیں۔

ہماری سفارش ہے کہ اس کتاب کو تعلیم یافتہ عوام کے علاوہ نوجوانوں میں پھیلنا چاہیے۔ اور ملک کی لائبریریوں میں رکھا جانا چاہیے۔

دعوت نئی دہلی کا "اجتماع نمبر" قیمت دس روپے ۔ ہفت روزہ سائز کے ۲۰۲ صفحات باریک طباعت۔

حیدر آباد دکن سے آٹھ میل کی دوری پر ایک بے آب و گیاہ میدان پہاڑی چٹانوں کے درمیان واقع ہے۔ "وادیٔ الہدیٰ" کو جماعت اسلامی ہند کے اہلِ جنون نے تین روز کے لیے زندگی

سے بھر دیا۔ یعنی یہ فیصلہ کیا کہ اس جنگل میں چھٹے کل ہند اجتماع کا منگل منایا جائے۔ ایسا فیصلہ کرنا اصلاً اللہ پر بھروسے کی روشن مثال اور خود اعتمادی کا ایک مؤثر مظاہرہ ہے۔ وادیٔ بے آب و گیاہ میں اہلِ عزم کا تجربہ بہت کامیاب رہا۔ اس ویرانے میں چٹانوں کا کاٹنا، زمین کو ہموار کرنا، قیام گاہیں تیار کرنا، پانی اور رسد کا انتظام کرنا، ٹرانسپورٹ، فائر بریگیڈ، ہسپتال اور بینک کا بندوبست کرنا، بجلی، ڈاک، تار، ٹیلیفون کی فراہمی اور پھر تقریباً ایک لاکھ افراد کی ہر طرح کی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری بہت بڑا چیلنج تھا۔ جسے جماعتِ اسلامی ہند نے اپنے سر لیا اور خدا کے فضل سے وہ اس سے بخوبی عہدہ برآ ہوئی۔ پندرھویں صدی کی تقریب کا بھی چونکہ موقع تھا اس لیے پندرہ محراب دار گیٹ بنائے گئے اور اُن پر خوبصورت انداز سے آیات، خاص شخصیتوں اور واقعات کا اندراج کیا گیا۔

سرکاری پولیس کا جو دستہ کیمپ لگائے ہوئے تھا۔ اس کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ "مجمع انتہائی باوقار اور نظم و ضبط کا پابند تھا۔ اور اس قدر کثیر حاضری کے باوجود کہ جس کی مثال شاذ ہی ملتی ہے پولیس کو کبھی شکایت ہلڑ بازی، غنڈہ گردی، چوری وغیرہ کی نہیں پہنچی۔ اور لوگ بغیر کسی پولیس مداخلت کے خود ہی لمبی لمبی قطاریں بسوں میں سوار ہونے کے لیے بنا لیتے تھے اور ہم لوگ تو محض تماشائی بنے ہوئے تھے۔"

کے۔ سی کولیش مدیر روزنامہ راجستھان پتریکا نے لکھا کہ "حیدرآباد کا ماحول دیکھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جماعتِ اسلامی ہند، ہندوستان کے مسلمانوں کی صحیح نمائندہ ہے اور بڑے پیمانے پر عظیم منصوبوں کو لے کر وہ کام کر رہی ہے"۔

ایک غیر مسلم ناظر نے وسعتِ انتظامات کو دیکھ کر کہا کہ "ایک جنگل میں ایسی بستی آباد کرنا یا تو جنوں کا کام ہو سکتا ہے یا فرشتوں کا"!

بیگم کیف نوگانوی کا پورا رپورتاژ بڑا مؤثر ہے۔ لکھتی ہیں: "تعریف کی بات یہ ہے کہ ان نوجوانوں (والنٹیرز) نے کسی بھی خاتون کو دیکھ کر نہ آوازے کسے اور نہ کسی قسم کی بدتمیزی کی"۔ "یہ عظیم اجتماع اسلامی سیرت و کردار کا قابلِ قدر نمونہ تھا۔ نظم و ضبط، ڈسپلن، صبر و تحمل، ایثار و قربانی کے بہت سے نمونے دیکھنے کو ملے۔ معلوم ہوا کہ لوگ اپنے سٹالوں کو خالی چھوڑ کر نماز با جماعت میں

شریک ہو جاتے تھے "__ "تقریروں کے دوران بار بار آنکھیں اشک بار ہوتی رہیں"____
"یہ یادگار اجتماع زندگی بھر یاد رہے گا"
خواتین کے نوجوان طبقوں کی طرف سے تاثر دیا گیا کہ کل ہند اجتماع نے ہمارے ذہن وفکر کو اسلام کے صحیح رُخ پر ڈال دیا ہے۔
خواتین کی سماعت گاہ اور بعض دیگر جگہوں کے لیے شارٹ ٹی - وی سرکٹس کا انتظام کیا گیا تھا۔ تاکہ اسٹیج اور مقرر سب کو دکھائی دیتے رہے - کارروائی کو فلمانے کا انتظام بھی کیا گیا۔
اس موقع پر بارہ زبانوں میں تراجم قرآن کا اجرا عمل میں آیا - تمام اہم موضوعات اور سرگرمیوں کے متعلق خصوصی کمیٹیوں کے اجلاس ہوئے اور سب کی طرف سے حاصل بحث ونظر سامنے لایا گیا خطاطی، اعداد و شمار اور ڈیزائنوں پر مشتمل ایک دلکش نمائش بھی پیش کی گئی۔
غیر مسلموں پر اس اجتماع کے جو اثرات پڑے، اُن کے تحت بعض غیر مسلم حضرات نے قرآن حکیم اور سیرت نبویؐ کے مطالعہ کی خواہش کی اور اُن کے کئی نسخے بھی طلب کیے - بعض ہندو اصحاب نے قرآن حکیم کی اسٹڈی کلاسز کا آغاز کر دیا ہے۔
رہی اجتماع کی اصل مرکزی کارروائی، یعنی خطبۂ صدارت، قیم کی سالانہ رپورٹ، اہم موضوعات پر بعض غیر ملکی شخصیتوں اور جماعت کے رہنماؤں اور دانشوروں کی تقاریر، نیز جملہ شعبہ ہائے کام کی تفاصیل، تو یہ چیزیں آپ دعوتِ اجتماع نمبر ہی میں دیکھ سکتے ہیں۔
اِس اجتماع نمبر کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ انتہائی مشکل حالات میں گھرے ہونے کے باوجود جماعتِ اسلامی ہند نے قرآن اور اس کی تفاسیر کو پھیلانے، دعوتِ اسلامی کو عام کرنے، خدمتِ خلق کی راہیں نکالنے، تعلیمی ادارے کھولنے، نشر و اشاعت کو وسیع کرنے، بلاسود بنکنگ کا کامیاب وسیع تجربہ کرنے اور غیر مسلموں میں کام کرنے کے لیے اتنا کچھ کیا ہے کہ بغیر اللہ کی خاص مدد کے اتنا کچھ ممکن نہیں ہے۔ شاید اس امر کی بھی برکت ہے کہ جماعتِ اسلامی کے امراء اور ارکان ایمان، تعلق باللہ اور اخلاق و کردار کے لحاظ سے اچھے مقام پر ہیں۔
خدا اپنے ایسے تمام نیک بندوں کی مدد فرمائے جو اُس کی راہ میں خلوص سے کام کر رہے ہیں۔

ISSUES IN THE ISLAMIC MOVEMENT	مرتب: کلیم صدیقی - ناشر: دی اوپن پریس لمیٹڈ۔ 338 HOLLYBERRY TRAIL, WILLODALE,

ONT., CANADA M2H 2P6

کلیم صدیقی صاحب مسلم انسٹی ٹیوٹ لندن سے متعلق ہیں۔ اور ادارتی مشاغل کے علاوہ تحریر و تقریر کے مزید دائروں میں بھی کام کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ مجموعۂ مضامین کریسنٹ انٹرنیشنل کے فائل (۸۱-۱۹۸۰ء) سے مرتب کیا ہے۔ مختلف اصحاب کی لکھی ہوئی یہ تحریریں ایک سال کے اُن حالات و واقعات کے آئینہ دار ہیں جو اسلامی تحریک (خصوصاً ایرانی انقلاب) سے متعلق نمودار ہوئے۔ بہ اشارۂ مرتب یہ مضامین ایسے صحافیانہ کالم نہیں ہیں جو ایک ایک کر کے نگاہوں سے گزر جاتے ہیں اور فراموش ہو جاتے ہیں بلکہ یہ ایک ایسے بڑے واقعہ کے تسلسل کے آئینہ دار ہیں، جو ہمارے سامنے تکمیل پا رہا ہے۔ لہٰذا یہ تحریریں اخباری نوعیت کے وقتی نوٹ نہیں ہیں، بلکہ ایک مستقل سرمایہ فکر ہیں۔ ان مضامین کے تین پہلو قابلِ توجہ ہیں۔

ایک یہ کہ ان سب کا مرکز و محور ایران کا انقلاب ہے۔

دوسرے یہ کہ ان کے ذریعے مغربی پروپیگنڈے کی نظر فریب ساحری کا مقابلہ کیا گیا ہے۔

تیسرے یہ کہ مسلم انسٹی ٹیوٹ لندن، کریسنٹ انٹرنیشنل اور کلیم صدیقی اسلامی انقلاب کا اپنا ایک تصور رکھتے ہیں۔ اور اسی پر مبنی نقطۂ نظر سے احوال کا جائزہ لیتے ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ کلیم صدیقی صاحب کا زاویۂ نگاہ پہلے سے قدرے زیادہ متوازن ہے۔

پڑھنے والوں کو اس مجموعے کے مندرجات یا اُن کے فکری پس منظر سے چاہے اختلاف ہوں، پھر بھی اس کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ہم اسلام و جاہلیت کے جس دَورِ کشمکش سے گذر رہے ہیں، اس میں حالات کو ہر زاویہ سے دیکھنا چاہیے۔

کاغذ، طباعت، ٹائیٹل، مغربی معیار کے مطابق بہت خوشنما۔

اُردو رسم الخط	از پروفیسر سید محمد سلیم - ناشر: مقتدرہ قومی زبان - ۴۳۴ ڈی، بلاک نمبر ۲

گلشن اقبال، کراچی ۴۷ - کاغذ، کتابت، طباعت، ٹائیٹل خوشنما، صفحات: ۹۸، قیمت غیر مجلد: -/۱۵ روپے

سید محمد سلیم میں دو خوبیاں ایسی جمع ہیں کہ وہ جو چیز لکھتے ہیں، دل و دماغ دونوں پر اثر انداز ہوتی ہے ۔ ان کی طبیعت میں ابداع و ایجاد کا رجحان بھی ہے اور تحقیقی معیار کا کام کرنے کا شوق بھی ۔ پیش نظر کتاب اس کی گواہ ہے ۔ ہمارے لیے اس کے مباحث پر تفصیل سے کچھ لکھنا ممکن نہیں، ورنہ ہر باب پر گفتگو ہوتی ۔ مجملاً یہ کہ انہوں نے رومن اور عربی رسم الخط کے مقابلے میں اُردو رسم الخط کی فوقیتوں کو نمایاں کیا ہے ۔ آخر میں اُردو رسم الخط کے طباعتی اور قرأتی پہلو کو لیا ہے اور اس سلسلے میں مشکلات کو سامنے رکھ کر بعض تجاویز پیش کی ہیں جو غور و بحث کی دعوت دیتی ہیں ۔

چادر اور چار دیواری مرتبہ الاستاذ مظہر علی ادیب ۔ ناشر: مکتبۃ السفیر، بیا مز نگ لاہور
صفحات: ۱۱۲، قیمت: ۷/۲۵ روپے

مظہر علی ادیب بہت وسیع النظر اور قادر الکلام ادیب ہیں ۔ انہوں نے اس مختصر کتاب میں اُس "مسئلہ زن" کو لیا ہے جو یوں تو مغربی تہذیب کی اثر اندازی کے بعد سے مسلسل زیر بحث رہا ہے، مگر خاص طور پر ان دنوں اس پر زیادہ توجہ ہے ۔ کیونکہ آزاد منش خواتین ہی نے اسے اُبھار دیا ہے ۔ اس وقت وہ یہ چاہتی ہیں کہ مغربی عورتوں کی طرح آزادی سے گھومیں پھریں، قانونِ حجاب کی کوئی پابندی نہ ہو، ہر کام مردوں کے سامنے مل جل کر کریں، اُن کی ہاکی ٹیمیں ملک میں بھی کھلے بندوں میچ کھیلیں اور غیر ممالک میں جا کر بھی کمالات کا مظاہرہ کریں ۔ اس سے اگلا مرحلہ غالباً مقابلہ ہائے حُسن میں شرکت کا ہوگا ۔

جناب مظہر علی ادیب نے اسلامی شریعت کے احکام اور اسلامی تہذیب کی اقدار کی روشنی میں عورت کا مقام متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں حوالوں اور مثالوں کے ساتھ مغربی تہذیب و معاشرت کے نتائج بد کی طرف توجہ دلائی ہے ۔ آخر میں انہوں نے جہیز کے متعلق ایک اصلاحی مضمون بھی شامل کیا ہے ۔

اُردو نامہ ادارت : سید منصور عاقل و شعیب بن عزیز - مجلس زبان دفتری حکومت پنجاب سول سیکرٹری ایٹ ، لاہور۔

یہ رسالہ مجلس زبان دفتری کا ترجمان ہے اور اس کے مندرجات سے اس کا مقصد ظاہر ہے کہ سرکاری دفاتر میں اُردو زبان کو رائج کیا جائے۔ شمارہ اوّل سامنے ہے۔ علامہ شبیر بخاری، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم اور پروفیسر اسمٰعیل بھٹی کے مقالات اس میں شامل ہیں۔ بعض موضوعات اہم ہیں مثلاً "وضع اصطلاحات کی ملّی بنیاد"، "اصطلاحات اور اُن کی تفہیم" اور "تعلیم اور زبان"۔ ڈاکٹر برہان احمد فاروقی اور ڈاکٹر نذیر احمد کے مختصر مگر مفید خیالات "اظہار خیال" کے عنوان سے دیے گئے ہیں۔

سائز بڑا ہفت روزوں والا - کاغذ سفید ، طباعت اچھی ، ٹائیٹل رنگین ، صفحات ۴۰ قیمت فی شمارہ ۴/- روپے۔

نئی نسلیں ایڈیٹر : ابن فرید ، انجم نعیم ، م نسیم (مع دہ رکنی مجلس ادارت)۔ دفتر اشاعت : شمشاد مارکیٹ - علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱ - قیمت فی شمارہ (۹۴ صفحات) تین روپے۔ سالانہ ۳۰/- روپے

اس ادبی رسالے کا مزاج تعمیر پسندانہ ، مقصد فلاح انسانیت اور تہذیبی نقطۂ نظر خدا پرستانہ ہے۔ دسواں شمارہ ہمارے سامنے ہے۔ اس رسالے کا وجود بھارت میں اُردو کی سخت جانی کا ثبوت ہے۔ چار مختصر افسانے شریک اشاعت ہیں۔ تین مقالات ، طارق چھتاری کے ایک افسانے (تین سال) کا تجزیہ۔ ایک نعتیہ نظم (آزاد نظم) اور تین دوسری نظمیں (آزاد اور نثری نظمیں) شامل ہیں۔ ایک سفرنامہ ہے، کچھ تبصرے اور خطوط ہیں۔ اداریہ (اپنی باتیں) کے عنوان سے ہے۔ معروف لکھنے والوں میں سے ڈاکٹر احمد سجاد ، سید اسعد گیلانی ، پروفیسر عبدالسلام ، صلاح الدین پرویز ، ڈاکٹر وزیر آغا اور ابن فرید شریک محفل ہیں۔

اس رسالہ کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں کیونکہ اس میں غلط اکساہٹوں کے ذریعے انسانیت کو بہکانے یا جنسی جنون میں از خود رفتہ ہو کر فحاشی کی گندگی پھیلانے کی جسارت کہیں نہیں کی گئی۔ بس پاکیزہ قسم کی ذہنی تفریح کا سامان ہے جو قارئین کو مسائل پر غور و فکر کرنے کی جانب مائل کرتی ہے۔

قواعد ہجاءِ القرآن از جناب شیخ التجوید قاری محمد شریف صاحب ۔ ناشر: مکتبۃ القراءۃ، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ صفحات: ۲۳۸ ۔ خوبصورت ٹائیٹل ۔قیمت درج نہیں۔

عنوان سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب فنِ ہجاءِ القرآن سے متعلق ہے ۔ حروف کو حرکات کی مدد سے جوڑ کر کیسے الفاظ تشکیل دیے جاتے ہیں اور اُن کی آوازیں کیا ہوتی ہیں ۔ اِس مقصد کے لیے اسباق کا آغاز حروف کی اشکال سے کیا گیا ہے ۔ پھر آہستہ آہستہ تکمیلی مدارج کی طرف قدم بڑھتا ہے ۔ خاص بات یہ کہ بچوں کو تعلیم دینے کا طریقہ بھی اُستاد کو سمجھایا گیا ہے ۔ وہ کیا پڑھائے، کتنا پڑھائے، کیسے پڑھائے۔ حتیٰ کہ امتحانات تک کے متعلق ہدایات ہیں۔

حرکات کو کس طرح ادا کیا جائے، اس کی دو مروج مثالیں کتاب میں دی گئی ہیں (ص ۵۷) ایک یہ کہ ہمزہ با زبر اَبْ، دوسری ہمزہ زبر با اَبْ ۔ مؤلف نے پہلی صورت کو ترجیح دی ہے ۔ حالانکہ اگر دوسرا حرف ساکن نہ ہو تو اوّل الذکر قاعدہ نہیں چل سکتا ۔ مثلاً اَبَ کا جوڑ یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ ہمزہ با زبر "اَبْ" اور با زبر بَ، اَبَ ۔ اس صورت میں دو حرکتوں کو بیان "با" کے ساتھ آتا ہے حالانکہ ایک حرکت ہمزہ کی ہے، دوسری با کی ۔ اسی طرح اگر لفظ "اَبَتِ" ہو تو پھر بھی ہر حرکت کو اس کے اپنے حرف کے ساتھ بیان کرنا ہوگا یعنی ہمزہ زبر اور با زبر اور تا زیر ۔ بس قاعدہ وہ صحیح ہے جو مختلف صورتوں میں چل سکے۔ اصلاً یہ کتاب اساتذۂ تجوید ہی کے لیے لکھی گئی ہے ۔

معلم التجوید از جناب شیخ التجوید قاری محمد شریف ۔ ناشر: مکتبۃ القراءۃ ۔ ماڈل ٹاؤن ۔ لاہور

کتاب کا پورا نام روایتی طرز پر "معلم التجوید للمتعلم المستفید" ہے ۔ یہ کتاب مقدم الذکر کتاب سے آگے کی منزل کی ہے ۔ یعنی اس میں فن تجوید و ترتیل پر نہایت مفید کتاب بحثوں کے بعد مخارج حروف اور صفاتِ حروف پر گفتگو کی گئی ہے ۔ پھر تفخیم، ترقیق، اِظہار، ادغام، اقلاب، اخفا، تسہیل، ابدال، حذف وغیرہ فنی مسائل کو واضح کیا گیا ہے ۔ تنوین، غنہ، ہمزہ، مد وغیرہ کے متعلق ضروری نکات شامل ہیں ۔ آخر میں لحن اور اس کی قسموں کا بیان ہے ۔ خاتمہ میں آدابِ تلاوتِ قرآن، استفادہ اور کے احکام اور ختم قرآن کا طریقہ درج کیا گیا ہے ۔ مگر ختم قرآن کے اس طریقہ کے ساتھ حدیث یا کسی دوسرے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا گیا ۔ حوالہ صرف دعائے ختم قرآن کا ہے ۔ قرآن کے متعلق کوئی طرزِ عمل سند کے بغیر لوگوں کے سامنے نہیں رکھنا چاہیے۔

(بقیہ اشارات)

چوتھا نکتہ احتساب یہ ہے کہ جب روزہ کا مرکزی مقصد تقویٰ کا حصول ہے تو روزہ دار کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ وہ فسق و فجور کے اس بڑھتے ہوئے طوفان سے اپنے چشم و گوش کو بچائے جو چاروں طرف امڈ رہا ہے۔

سب سے بڑا فتنہ بے پردگی کا فتنہ ہے جسے نمائش و آرائش کی وبا نے دو آتشہ کر دیا ہے اپنی نگاہوں کو اس ہجوم تماشا میں بچائے رکھنا، گندی اور فضول تصویروں سے دلچسپی نہ لینا، سینما کے پوسٹروں پر نظر نہ ڈالنا، اخبارات میں پیش کیے ہوئے ایسے جنسیت انگیز چہرے اور اشتہاروں کو آراستہ کرنے والے نسائی پوز نہ دیکھنا، ٹیلیویژن کے پردے پر جگمگانے والے چشم و لب سے دلچسپی نہ لینا کم سے کم روزہ دار کے لیے تو اشد ضروری ہے۔ اسی طرح فضول قسم کے گانے سننے اور خرافاتی ناول اور کہانیوں اور اشعار کے پڑھنے سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ صوت و رنگ کے یہ سارے کھیل آپ کے قلب میں ایسے بیج بو دیتے ہیں جن سے فوری طور پر خیالات بد کی روئیدگی شروع ہو جاتی ہے۔ اگر ان کی روک ٹوک نہ ہو تو بڑی تیزی سے جذبات و احساسات کے سارے آنگن میں خاردار بیلیں پھیل جاتی ہیں، جن پر نشہ آور بو دینے والے رنگ برنگے پھول کھلتے ہیں۔ اس بو کی سلائی ہوئی روحوں کو جگانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جو آدمی اس مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ خود اپنے آپ کو چھڑا نہیں سکتا بلکہ اس کے دل میں نجات پانے کا ارادہ ہی نمودار نہیں ہو سکتا۔

گھر میں نظر ڈالیے، اگر غلط قسم کی تصاویر دیواروں پر لگی ہوں یا فضول قسم کے ریکارڈ یا کیسٹ میز پر یا دراز میں رکھے ہوں یا آپ کی الماری میں خرافاتی قصے کہانیاں موجود ہوں تو اس آلائش سے گھر کو پاک کیجیے تاکہ آپ کے چشم و گوش پاک رہیں اور نتیجۃً آپ کا قلب پاک رہے۔

فلم بینی سے، رقص گاہوں سے، مخلوط ثقافتی تقاریب اور دعوتوں اور دنیا فتنوں سے، نام نہاد کلچرل شو سے، مینا بازاروں سے، قمار بازی کے اڈوں سے اپنے آپ کو دور رکھیے۔

ورنہ صرف اتنا ہی نہیں کہ روزے کا مقصد ختم ہو جائے گا، بلکہ روزہ اپنے ساتھ تضاد رکھنے والے عوامل کے حملوں کا شکار ہو جائے گا۔

خوب سمجھ لیجیے کہ ملحدانہ افکار کے ساتھ ساتھ منشیات کے علاوہ بے پردگی اور نمائشِ حُسن اور عریانی و فحاشی، ملحدانہ تہذیب کے خداوندوں کی طرف سے پھیلائی ہوئی ایسی وبائیں ہیں جن کا حقیقی مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمان مسلمان نہ رہے اور اسلامی ممالک کی اخلاقی فضا اس درجہ تباہ ہو جائے کہ اسلام کا ایک نظام بن کر اُبھرنا غیر ممکن ہو جائے۔ ملّت کے خلاف ایک مدّت سے جاری یہ حملا ایسا ہے کہ اس کے چیلنج کا جواب دینے کے لیے کم سے کم نماز روزہ کے پابند مسلمانوں کو مضبوط موقف پر کھڑا ہونا چاہیے۔

ماہ رمضان مادّیت اور مادہ پرستانہ تہذیب کے خلاف ایک مؤثر محاذ ہے جس کو مضبوط اور کامیاب بنانے کی ذمہ داری خاص طور پر روزہ داروں پر عائد ہوتی ہے۔

اپنا احتساب کیجیے کہ آپ سمع و بصر و فواد کے اس محاذ پر کیا حصہ ادا کرتے ہیں!

پانچواں نکتۂ احتساب یہ ہے کہ روزہ اکیلی ایک عبادت نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ دوسری بہت سی عبادتیں جمع ہیں جیسے کہ صدقہ کی اہمیت کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ روزہ داروں کے لیے نماز کی ذمہ داری بھی عام حالات سے بڑھ جاتی ہے۔ خاص طور سے تراویح کا اضافہ بڑا ہمت آزما ہوتا ہے۔ دن بھر کے بھوکے پیاسے ہوتے آدمی سے رمضان کا مطالبہ یہ ہے کہ افطار اور کھانے کے جلد ہی بعد عام دنوں سے زیادہ طویل نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہو جائے اضافہ پوری ۲۰ رکعتوں کا ہے (۸ رکعتوں والے مسلک کی گنجائش بھی اپنی جگہ درست ہے) پھر جسم کی ضرورت کے مقابلے میں بہت قلیل وقفۂ آرام کے بعد سحر خیزی اور سحری کھانے کے متصلاً بعد صبح کی نماز ایک ایسا سلسلۂ آزمائش ہے جو مہینہ بھر جاری رہتا ہے۔

دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ آیا آدمی نے پانچوں نمازیں بروقت اور باجماعت ادا کرنے کے علاوہ تراویح کا بھاری بوجھ بھی خوشی خوشی اُٹھا لیا یا نہیں۔ اس پہلو سے ہر شخص کو اپنا احتساب خود کرنا ہے کہ وہ ساری نمازیں ادا کرے، کوشش کرے کہ نمازیں باجماعت ادا ہوں اور

مزید برآں وہ تراویح کی سنّت پر بھی پورا پورا عمل کرے۔

ماہ صیام اس لحاظ سے ماہ قیام بھی ہے۔ دن کو روزہ رکھیے اور رات کو عام دنوں سے زیادہ رکعتیں نماز کی پوری کرنے کے لیے قیام کیجیے۔

چھٹا نکتۂ احتساب یہ کہ رمضان جو نزولِ قرآن کا مہینہ ہے، کیا ایک روزہ دار اس میں اپنا تعلق قرآن پاک سے جوڑ کر ہدایت حاصل کرتا ہے یا نہیں؟ قرآن سے تعلق جوڑنے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ نماز تراویح میں پورا قرآن شریف سُنا جائے تاکہ اس ضابطۂ حیات پر ہر سال اجمالی نظر ہو جائے۔ بہت سی بھُولی ہوئی باتیں یاد آجاتی ہیں، بہت سے سوالوں کا جواب مل جاتا ہے اور بہت سے احکام کی صحیح شکل سامنے آجاتی ہے۔ قرآن سے تعلق جوڑنے والے یہ بھی کرتے ہیں کہ قرآن کا جو حصّہ آنے والی رات نماز میں پڑھا جاتا ہوتا ہے یا گزشتہ رات پڑھا جا چکا ہو اُسے وہ گھر یا مسجد میں کسی وقت علیحدہ بیٹھ کر بغور پڑھتے ہیں کہ اجمالاً جو حقیقتیں سامنے آئی تھیں اُن پر خصوصی توجہ ہو جائے۔ اس کام کے لیے قرآن کو ترجمہ کے ساتھ پڑھنا ہی بہتر ہے۔ لیکن اگر صرف تلاوت بھی ہو تو تعلق بالقرآن کا وہ بھی ذریعہ بنتی ہے۔ اکثر مسجدوں میں صبح کی نماز کے ساتھ رمضان میں قرآن کا مختصر سا درس بھی ہوتا ہے مسجدوں کے علاوہ بھی افطار کے اجتماعات میں عصر سے مغرب تک درس کے انتظامات ہوتے ہیں۔
اس طرح کے درسوں میں شریک ہو کر روزہ دار قرآنی حقائق کو زیادہ اچھی طرح سمجھ سکتا ہے اچھے علماء کے ٹیپ کیے ہوئے درس سُنے جا سکتے ہیں۔ قرآن سے تعلق کے لیے ختم قرآن کی وہ مجالس بھی مفید ثابت ہوتی ہیں جن میں رمضان کے خاتمے کے قریب قرآن کے فضائل اور مسائل پر تقاریر ہوتی ہیں۔

اِن ساری چیزوں کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ محبتِ قرآن کے علاوہ علمِ قرآن میں اضافہ ہو۔ یہی علم وہ علم ہے جسے ہر مسلمان پر فرض کیا گیا ہے۔ علماء کی مجالس میں بیٹھنا، قرآن پڑھتے ہوئے اُس کے مطالب پر غور کرنا، تفاسیر کے ذریعے اُلجھنوں کو صاف کرنے کی سعی کرنا،

اور پھر جو اوامر و نواہی سمجھ میں آجائیں اُن کو سچے دل سے عملاً قبول کر لینا یہ ہے تعلق بالقرآن کا کمال۔

اور تعلق بالقرآن سے یہ جذبہ پیدا ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اس کتابِ ہدایت کی تعلیم، اس کے احکام، اس کے قوانین کا بول بالا ہو اور قرآن ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کا عملاً ضابطہ بن جائے یعنی ہر روزہ دار غلبۂ قرآن کا علمبردار ثابت ہو۔ ہمارے اردگرد جو کچھ بھی خلافِ قرآن سرگرمیاں اور مظاہر موجود ہیں وہ باقی نہ رہیں۔ قرآن سے سرکشی اور بغاوت بلکہ بے اعتنائی تک کی روش ختم ہو جائے۔ صحیح روزہ داری وہی ہے جو ہمیں قرآن سے اس درجے کی محبت دے اور غلبۂ قرآن کے لیے ایسا جذبۂ بے تاب عطا کرے۔

روزہ داری کے سارے ہی پہلوؤں میں اور خصوصاً تعلق بالقرآن کے بارے میں اعتکاف بہت ممد ہوتا ہے۔ اعتکاف میں بیٹھا ہوا آدمی گھر کے بکھیڑوں سے الگ ہو کر اور معاش کے مشاغل سے فارغ ہو کر قرآن کو زیادہ توجہ سے پڑھتا ہے۔ اس کا کچھ حصہ یاد کر لیتا ہے، اس کے مطالب کو سمجھنے کے لیے کتابوں کی مدد سے کاوش کرتا ہے۔ اس طرح قرآن اس کے دل میں اپنی خاص جگہ بنا لیتا ہے۔

اب یہ تو خود روزہ دار کا کام ہے کہ وہ اس بات کا جائزہ لیتا رہے کہ قرآن سے اس کا کس درجے کا تعلق قائم ہوا ہے؟ کتنی محبت اس کی تعلیمات سے پیدا ہوئی؟ کتنا حصہ اس کا سمجھا جا سکا؟ کونسے احکام ایسے سامنے آئے جن پر پہلے نظر نہ تھی؟ موجودہ زندگی میں کیا چیزیں ہیں، جو قرآن کی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتیں؟ کیا کیا کچھ بدل دینا ہوگا؟ اجتماعی نظام قرآن سے کتنی دُور جا رہا ہے؟ ماحول میں کیا کیا آلائشیں قرآن کے خلاف موجود ہیں؟ نظامِ حیات کو قرآن کی بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے کیا کام ہونا چاہیے؟ اس طرح کا کام کچھ اور لوگ کر رہے ہیں؟ اور کر رہے ہیں تو کیا وہ قابلِ اعتماد ہیں اور اُن کے ساتھ تعاون کیا جا سکتا ہے؟ کوئی دوسری قوت اگر موجود نہیں اور کسی کے ساتھ تعاون کرنے کا راستہ نہیں تو پھر بطورِ خود قرآن کا پیغام پھیلانے اور اس کے غلبہ کی تحریک اٹھانے کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے؟ یہ باتیں ہر شخص کے اپنے سوچنے کی ہیں۔

احتساب' کا ایک ساتواں پہلو بھی ہے۔

رمضان کو جس طرح قرآن سے نسبتِ خاص ہے، اِسی طرح جہاد سے بھی گہرا رشتہ ہے[1]۔ اس وجہ سے کہ قرآن کی انقلابی تحریک کا ایک سِرا اگر دعوت ہے تو دوسرا جہاد ہے۔ بلکہ بر دستے حقیقت اگر دیکھا جائے تو قرآن کی دعوت میں بھی جہاد کی رُوح شامل ہے۔ یعنی خدا کی توحید کو قائم کرنے کا پیغام دینے کے لیے یہ ضروری ہے، کہ شرک کی تمام اقسام سے بیزاری اختیار کی جائے۔ اللہ سے ایمان کا رشتہ جوڑنا ہو تو طاغوت، سے کُفر کیا جائے، معروف کو اگر پھیلانا ہو تو منکر کے انسداد کی کوشش کی جائے، اِس طرح دعوت کے مثبت اور منفی دونوں پہلو جب سامنے ہوں تو پھر یہ حقیقت سمجھنا مشکل نہیں رہتا کہ قرآن کی دعوتِ حق کی رُوح جہاد ہے۔ جہاد صرف میدانِ جنگ میں قتال ہی کا نام نہیں ہے، بلکہ باطل سے ٹکراؤ کی ہر شکل خواہ وہ فکری ہو، علمی، ادبی یا معاشرتی و ثقافتی جہاد کی تعریف میں داخل ہے۔ اِسی لیے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا " خدا کی راہ میں جہاد کرنے کی بہت سی اشکال اور بہت سی سطحیں ہیں۔

مزید یہ کہ جہاد کی آخری شکل، یعنی قتال فی سبیل اللہ کی تاریخ بھی ماہ رمضان سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ اسلامی مملکتِ مدینہ کی تاریخ کا پہلا سریہ جس کا مقصد فوجی گشت تھا، رمضان ۱ھ میں واقع ہوا۔ اس کے علاوہ کم از کم سات مزید سرایا ہیں جو رمضان میں ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مسلمانوں اور مشرکینِ مکہ کے درمیان پہلا معرکہ بدر کے مقام پر رمضان ۲ھ میں ہوا۔ اسی طرح آخری فیصلہ کُن کارروائی فتح مکہ کی تھی جو رمضان ۸ھ میں عمل میں آئی۔ بعد کی تاریخِ ملت

---

[1] خود صوم کا اطلاق ایسے گھوڑوں پر ہوتا ہے جن کو عام معنوں میں سفر کے لیے اور خاص معنوں میں جہاد کے لیے دوڑا کر اور بھوکا پیاسا رکھ کر تربیت دی جا رہی ہو۔ اس مفہوم کے لحاظ سے روزے کا صحیح ترین تصور یہی مسلمان کے لیے یہ ہے کہ اسے جہاد کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ سو روزہ دار کو اس مقصود پر نگاہ رکھنی چاہیے۔

ہیں متعدد بڑے بڑے معرکے رمضان میں واقع ہوئے۔ اس وجہ سے رمضان ماہ جہاد بھی ہے۔ کم سے کم اس مہینے میں طاغوتی قوتوں کے خلاف جذبۂ جہاد کو نشو و نما پانا چاہیے۔

ہر روزہ دار کو اس لحاظ سے اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ آیا اس کے اندر سچا جذبۂ جہاد موجود ہے؟ جہاد کی مضبوط نیت اس کے دل میں ہے؟ کیا اس میں شہادت کی تمنا ہے؟ کیا صبر کی صفت جو جہاد کی شرط لازم ہے، اس نے اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے؟ وہ نظم اور ڈسپلن میں کسے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے؟ اور دنیا میں جہاں کہیں مسلمان جہاد میں مصروف ہیں، ان کے لیے اس کے دل میں سچی ہمدردی ہے؟ کیا وہ ان کے لیے مالی ایثار کرتا ہے؟

اس سے نیچے اتر کر کیا وہ جبر کیش قوت کے سامنے حق و صداقت کی بات کہنے کا جذبہ رکھتا ہے کہ یہ بھی جہاد کی ایک اہم قسم ہے؟ کیا وہ رشتہ داروں اور دوستوں اور اہل عیال کے سامنے ان کی پسند ناپسند کی پروا کیے بغیر دین کے تقاضے بیان کر سکتا ہے اور ان کا واضح عملی مظاہرہ کر سکتا ہے؟ کیا وہ اپنے لیڈروں اور اہلِ حل وعقد کو خلافِ دین یا خلافِ مصلحتِ دین امر پر ٹوک سکتا ہے؟

اگر ان چیزوں میں کمی ہے تو روزے کی برکات کی مدد سے ہر شخص کو پوری کرنی چاہیے۔

ان چیزوں کا لحاظ کیے بغیر اگر روزہ بحالتِ غفلت رکھا جائے جب کہ نہ دلِ بیدار رہا ہو، نہ شعوری ایمان حرکت میں آئے، نہ روزے کے مقاصد سامنے ہوں اور نہ ان مقاصد کی روشنی میں احتساب کیا جائے تو رمضان کی بے حساب برکات یوں ضائع ہو جاتی ہیں جیسے کسی شخص کے گھر کے سامنے سے مہینہ بھر ایک نہر بہتی رہے۔ مگر اس کے گھڑے خالی اور صراحیاں سوکھی پڑی رہیں۔

خدا آپ کو تمام روزے نصیب کرے، جاگتے دل و دماغ کے ساتھ روزے، تراویح اور سحری کا اہتمام کیجیے اور ان تمام برکات کو سمیٹیے جو رمضان ساتھ لایا ہے۔

---

(۲)

لبنان میں فلسطینیوں کی بہیمانہ تباہ کاری کے لیے جو شرمناک کارروائی اسرائیل نے امریکہ کی پشت پناہی سے کی ہے، اس کے خلاف اپنی طرف سے کوئی نوٹ لکھنے کے بجائے یہاں میاں طفیل محمد صاحب کے بیان مورخہ ۲۰ جون ۱۹۸۲ء کو درج کیا جا رہا ہے:

"فلسطینیوں کی تحریکِ آزادی کو کچلنے اور انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے لیے اسرائیل نے جس بے خوفی و سفاکی کے ساتھ حملہ کیا ہے اس کی کوئی دوسری مثال افغانستان پر روسی فوج کشی کے سوا حال میں موجود نہیں ہے اور اس کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ جو امریکہ بہادر افغانستان میں روسی جارحیت کی مذمت کرتا ہے وہی امریکہ لبنان پر اسرائیلی جارحیت کا پشت پناہ بنا ہوا ہے اور ہر وہ قرارداد جو اقوامِ متحدہ کے بین الاقوامی فورم میں اسرائیل کی مذمت کے لیے پیش کی گئی ہے، امریکہ نے اُسے اسی طرح ویٹو کر دیا ہے، جس طرح کشمیر پر بھارت کے غاصبانہ قبضے کے خلاف پیش ہونے والی قراردادوں کو روس ویٹو کرتا رہا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نام نہاد مہذب دنیا میں سیاست کی بنیاد طاقت ہی ہے، حق و انصاف ان کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتے۔ لہٰذا لبنان کے معاملے میں امریکہ کے طرزِ عمل اور افغانستان کے معاملے میں روس کے رویے سے اب عالمِ اسلام کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اپنے مسائل حل کرنے کے لیے انہیں اپنے ہی وسائل اور اپنی ہی قوت اور طاقت پر بھروسہ کرنا ہوگا۔ کوئی دوسرا سہارا انہیں کام نہیں دے سکتا۔ عجیب بات ہے کہ اس سانحۂ فلسطین و لبنان پر اسلامی کانفرنس تقریباً بے حس و حرکت بیٹھی ہے، حالانکہ جس طرح افغانستان پر روسی فوج کشی سے پیدا شدہ بحران پر صلاح مشورے کے لیے اسلامی کانفرنس کا خصوصی اجلاس فوراً طلب کر لیا گیا تھا، اسی طرح لبنان میں فلسطینیوں کے قتلِ عام کے سدّباب کے لیے بھی اسلامی نہیں تو عرب ممالک کا اجلاس بلا تاخیر منعقد کرنا چاہیے تھا۔ اسرائیل صرف عام جارحیت ہی کا نہیں بلکہ نہایت ہی وسیع پیمانے پر قتلِ انسانی کے جرم کا مرتکب ہوا ہے اور عالمِ اسلام جب تک متحد ہو کر اپنی قوت کا مظاہرہ نہیں کرے گا اُس کی آواز صدا بصحرا ہی بنی رہے گی۔

میں عالمِ اسلام سے بالعموم اور عالمِ عرب سے بالخصوص اپیل کرتا ہوں کہ وہ مظلوم فلسطینیوں کی مدد کو پہنچیں اور اُن کا قتلِ عام بند کروانے کے لیے اپنے تمام ممکن ذرائع کام میں لائیں۔ اگر ہر ملک کے مسلمان ہزار میں سے صرف ایک مسلمان رضا کار بھی فلسطین بھیجنے کا فیصلہ کر لیں تو صیہونیوں اور ان کی پشت پناہ قوتوں کا فلسطین اور اُس کے نواح سے صفایا ہو سکتا ہے۔

لبنان پر اس تازہ اسرائیلی حملے کے نتیجے میں ان چھ روز میں ۳۰ ہزار سے زائد فلسطینی مسلمان شہید اور لاکھوں عورتیں، مرد اور بچے زخمی ہو چکے ہیں۔ (اور ان کے مکان اور ضرورت کے سامان بھی غارت ہو چکے ہیں — مدیر) آج ہر مسلمان اور صاحبِ دل انسان کا فرض ہے کہ شہداء کے پسماندگان اور زخمیوں کی ہر ممکن امداد کرے۔ تحریک اسلامی پاکستان، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور نے "امدادِ فلسطین فنڈ" کے نام سے امدادی فنڈ جمع کرنا شروع کر دیا ہے۔ ہم تمام اہلِ وطن سے اپیل کرتے ہیں کہ دل کھول کر اس میں امدادی رقوم جمع کرائیں۔ مرکز میں یہ رقوم ناظم فنڈ مذکور مسعود احمد خاں یا ناظمِ اعلیٰ شیخ فقیر حسین کے نام بھیجی جا سکتی ہیں۔"

ضروری تصحیح

خدا سے ہم معافی چاہتے ہیں کہ پچھلی مرتبہ کے اشارات میں ایک آیت غلط چھپ گئی۔ صحیح یہ ہے

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ

(الانفال — ۲)

(ادارہ)